شاہد حسین رزاقی

بہادر یار جنگ کا سفرِ حج

قائد ملت محمد بہادر خاں جو ہندوستان و پاکستان میں نواب بہادر یار جنگ اور نواب یار جنگ کے نام سے زیادہ مشہور ہیں ملتِ اسلامیہ ہند کے ایک عظیم ترین رہنما تھے۔ انہوں نے پچیس سال کی عمر میں قومی تحریکوں میں عملی حصہ لینا شروع کیا اور ۱۹۳۱ء میں جب ان کی قومی زندگی کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے انہوں نے مشرق وسطیٰ کے مسلم ممالک کا سفر کیا تاکہ وہاں کے مسلمانوں سے براہِ راست رابطہ قائم کریں اور ان کے صحیح حالات سے واقف ہو سکیں۔ ممالک اسلامیہ کی اس سیاحت کا آغاز سفر حج سے ہوا تھا اور اس سفر کے اہم واقعات انہوں نے اپنی ڈائری میں نوٹ کر لئے تھے۔ یہ مضمون اسی ڈائری کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔

حیدر آباد دکن میں حج سے متعلق تمام انتظامات محکمۂ امور مذہبی کے تفویض تھے۔ پاسپورٹ کی اجرائی، قافلۂ حجاج کی تنظیم، حیدر آباد سے روانگی، بمبئی میں قیام، لوازمات سفر کی تکمیل، جہاز میں مسافروں کی خبر گیری، مکۂ معظمہ و مدینہ منورہ میں قیام، خورد و نوش اور طبی امداد کا انتظام، عرفات اور منا میں عارضی کیمپ کا بندوبست معلموں اور مزوّروں کا تقرر غرض کہ پورے سفر کی تمام ضروریات و لوازمات کی تکمیل محکمۂ امور مذہبی کے فرائض میں داخل تھی جس کی وجہ سے حاجیوں کو بڑی سہولت ہوتی تھی۔ تمام حاجی ایک قافلہ کی صورت میں سفر کرتے تھے۔ حکومت قافلہ سالار کا تقرر کر دیتی تھی اور اس کی امداد کے لیے ایک مشاورتی مجلس بنائی جاتی تھی۔ بدورانِ سفر ان کے احکام اور فیصلوں کی تعمیل کرنا تمام حاجیوں کے لیے ضروری تھا۔ حکومت کے مقرر کردہ انتظامی اگر اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کرتے تو حیدر آباد واپس آنے کے بعد ان سے بازپرس کی جاتی تھی۔ اس طرح حیدر آباد کے حاجی نہایت منظم طریقہ پر فریضۂ حج ادا کرتے تھے۔ حیدر آباد سے مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ تک کا سفر بہادر خاں نے بھی قافلۂ حجاج کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد دوسرے ممالک کے سفر پر تنہا روانہ ہوئے۔

بحری سفر

۱۲ اپریل ۱۹۳۱ء کو بہادر خاں مغل لائن کے جہاز "رضوانی" میں بمبئی سے روانہ ہوئے اور ۲۲ اپریل کو جدہ پہنچے۔ اس جہاز کے مسافروں میں بنگال کے ایک ممتاز رہنما سر عبدالکریم غزنوی بھی تھے۔ جو اس زمانے

میں وائسرائے ہند کی کونسل کے رکن تھے۔ انہوں نے جہاز میں ایک مشاورتی مجلس بنائی تھی جس میں ممتاز مسافروں کو شریک کیا گیا تھا۔ حیدرآباد کا نمائندہ بہادر خاں کو بنایا گیا۔ اس مجلس کا مقصد جہاز کے مسافروں کو ممکنہ سہولتیں بہم پہنچانا تھا۔ کامران میں قرنطینہ کی زحمت سے بچنے کے لیے مجلس نے یہ طے کیا کہ سب مسافر ٹیکہ لگوالیں۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور جب جہاز کامران پہنچا تو قرنطینہ کے ڈاکٹروں نے تین چار گھنٹوں کے بعد اس کو جانے کی اجازت دے دی۔ مجلس نے یہ انتظام بھی کیا کہ ناواقف مسافروں کو مسائل حج سے آگاہ کیا جائے۔ حج کے فلسفہ اور مناسک پر تقریریں کی جائیں اور صبح ناشتے کے بعد قرآن کا درس دیا جائے۔ روزانہ شام کو جہاز کے مسافر عرشہ پر جمع ہو جاتے تھے اور بہادر خاں حج اور دوسری اسلامی عبادات کے فلسفے اور اسلامی تعلیمات پر تقریر کرتے تھے۔ کامران سے جہاز جدہ کی طرف روانہ ہوا اور جب یلملم قریب آیا تو مسافروں نے حج و عمرہ کی نیت سے احرام باندھ لیا۔ اور ہر طرف سے نعرہ ہائے تکبیر و توحید کی صدا آنے لگی۔

جدہ

۲۲ اپریل ۱۹۳۱ء کو "رضوانی" بندرگاہ جدہ میں داخل ہوا۔ جدہ کے ساحل سے قریب سمندر میں دور دور تک چھوٹے بڑے پہاڑ ہیں جن کی چوٹیاں بعض جگہ سطح آب سے صرف چند انچ نیچے نظر آتی ہیں۔ درمیانی راستہ بہت پُر پیچ ہے اور واقف کار رہبر کی امداد کے بغیر جہاز آگے نہیں بڑھ سکتا۔ چونکہ جدہ پر کوئی گودی بھی نہیں تھی۔ اس لیے جہاز ساحل سے دور ٹھہرتے تھے اور مسافر چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو کر ساحل تک پہنچتے تھے۔ یہ زمانہ حج کا تھا اور ہندوستان و مصر سے حاجیوں کے کئی جہاز بیک وقت آئے تھے اس لیے ساحل تک پہنچنے اور بے شمار کشتیوں سے اتاری ہوئی چیزوں کے انباروں میں اپنا سامان تلاش کرنے میں بہت وقت صرف ہو گیا۔ تاہم بہادر خاں نے شہر جدہ کی سیر کے لیے کچھ وقت نکال ہی لیا۔ اور مختلف بازاروں اور محلوں کو دیکھا۔

مکہ معظمہ

رات گئے بذریعہ موٹر مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں جدہ اور مکہ کے درمیان کچی سڑک تھی۔ اس لیے رفتار بہت سست رہی اور تین بجے رات کو مکہ پہنچے۔ وہاں معلم نے جس مکان کا انتظام کیا تھا اس کی ایک کھڑکی مسجد الحرام کی طرف کھلتی تھی جہاں سے خانۂ کعبہ، مقام ابراہیم اور صحن مسجد اچھی طرح نظر آتے تھے اس لیے بہادر خاں کو یہ مکان بہت پسند آیا اور وہیں قیام کیا۔ صفا مروہ کی سعی اور عمرہ سے فراغت تک صبح ہو گئی۔

منا کو روانگی

۸ ذی الحجہ (۲۶ اپریل) کو منا روانہ ہوئے جہاں حکومتِ حیدرآباد کی طرف سے کشادہ اور آرام دہ مکان کا انتظام کیا گیا تھا۔ عصر و مغرب کی نماز مسجد خیف میں ادا کی۔ یہ مسجد دامن کوہ میں اس مقام پر واقع ہے جہاں حضور

رسالت مآبؐ نے قیام فرمایا تھا۔ مسجد بہت وسیع ہے اور اس کا صحن نہایت کشادہ ہے۔ وسط میں ایک قبہ بنا ہوا ہے جس کو مقامِ قیامِ رسول اللہ بیان کیا جاتا ہے۔ نماز عشا مسجد کوثر میں پڑھی جو مسجد خیف سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جہاں رسول کریم پر سورۃ نازل ہوئی تھی۔ منا سے متصل نہر زبیدہ گزرتی ہے جو ہارون الرشید کی نامور ملکہ زبیدہ کی تعمیر کردہ ہے۔ اس پر چھوٹے چھوٹے حوض بنا دیئے گئے ہیں جن سے حاجیوں کے لیے پانی فراہم کیا جاتا ہے۔

شاہی سواری

دوسرے روز بہادر خاں منا سے عرفات روانہ ہوئے۔ اور جب مزدلفہ پہنچے تو سینکڑوں موٹریں عرفات کی طرف جاتی ہوئی دیکھیں۔ معلوم ہوا کہ شاہی سواری جا رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دفعتاً گرد و غبار کا طوفان سا اُٹھا اور سینکڑوں اونٹوں کا دل بادل نظر آیا۔ تمام اونٹ تازہ اور توانا تھے۔ سب پر سواری کی زین کسی ہوئی تھی۔ اور ہر اونٹ پر ایک سوار احرام باندھے، گلے میں کارتوسوں کی پیٹی ڈالے، پیٹھ پر بندوق اور ہاتھ میں بید لیئے بیٹھا تھا۔ دس پندرہ سواروں کے بعد سلطان کا اونٹ تھا۔ اور سلطان ابن سعود بھی اسی طرح چمڑے کی زین پر بیٹھے، معمولی کپڑے کا احرام باندھے "لبیک" کہتے جاتے تھے۔ ان کی اس سادگی اور اتباعِ سنّت سے دیکھنے والے بہت متاثر ہوئے۔

میدانِ عرفات

عرفات میں جبل رحمت اور مسجد نمرہ کے درمیان بہت وسیع میدان ہے اور فریضۂ حج کی ادائی کے لیے تمام دن یہاں بسر کیا جاتا ہے۔ اس وسیع میدان میں ہر طرف خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ عرب کی چلچلاتی دھوپ نے زمین کو تپا دیا تھا۔ سب لوگ پسینہ میں شرابور تھے۔ جسم پر گرد کی تہیں جم گئی تھیں۔ ہونٹ خشک ہو رہے تھے چہروں سے جسمانی تکلیف کے آثار ہویدا تھے۔ لیکن سب کے دل مسرور تھے کہ اللہ نے یہ مبارک دن بھی دکھلایا اور حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعد ظہر دعائے عرفات پڑھی گئی۔ عصر کے بعد روانگی کی تیاریاں شروع ہوئیں اور مغرب کے بعد یہ وسیع میدان خالی ہونے لگا۔

منا میں قیام

۱۰ ذی حجہ کو مزدلفہ سے منا پہنچے۔ جمرۂ عقبہ میں رمی جمار کیا۔ اس کے بعد قربانی کے دنبے ذبح کرنے کے لیے مسلخ گئے۔ یہ مقام آبادی سے کچھ فاصلے پر ہے۔ اس کے اطراف میں بڑے بڑے گڑھے کھدے ہوئے تھے۔ ایک میدان میں بکروں، دنبوں، مینڈھوں، اونٹوں اور گائیوں کا ہجوم تھا۔ لوگ خریدتے اور ذبح کرتے تھے۔ تھوڑا سا گوشت تو ساتھ لے جاتے تھے اور باقی وہیں چھوڑ دیتے تھے۔ قربانی کی کھالیں حکومت لے لیتی تھی اور

کثیر مقدار میں گوشت گڑھوں میں دفن کر دیا جاتا تھا۔ قربانی کا گوشت اس طرح ضائع ہونے پر بہادر خاں کو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے حکومت کو یہ مشورہ دیا کہ اس کو جدید کیمیائی طریقوں سے محفوظ کر کے فروخت کیا جائے اور برآمد بھی کیا جائے تاکہ اہلِ ملک کو جن کے وسائلِ معاش بہت ہی محدود ہیں معتد بہ مالی فائدہ حاصل ہو سکے۔

طوافِ زیارت

۱۱ ذی حجہ کو بہادر خاں طوافِ زیارت کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ منا سے مکہ تک یہ سفر گدھوں پر کرنا پڑا اور بہت تکلیف دہ ثابت ہوا۔ ان پر خوگیریں کسی ہوئی تھیں لیکن رکاب نہ تھے۔ گدھے والا وقفہ وقفہ سے گدھے کی کمر پر لٹھ برساتا تھا اور گدھا بدک کر بے تحاشا دوڑنے لگتا تھا۔ ایسی حالت میں جسمانی توازن کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ بہادر خاں کے لیے یہ ایک نیا اور دلچسپ تجربہ تھا۔ اور جو سفر بہت آسان معلوم ہوتا تھا بڑا ہی مشکل ثابت ہوا۔ بہادر خاں جب مکہ پہنچے تو حرم کو تقریباً خالی پایا۔ مکہ کی گلیاں سنسان تھیں۔ دکانوں پر قفل پڑے تھے کیونکہ سارے دکاندار منا میں تھے۔ طواف سے فارغ ہو کر مکہ سے روانہ ہوئے اور آدھی رات کو منا واپس آئے۔

توحید پاشا اور جمال پاشا

منا میں بہادر خاں نے امیر امان اللہ خاں سابق شاہ افغانستان، توحید پاشا اور جمال پاشا اور دوسرے متعدد لوگوں سے ملاقات کی۔ توحید پاشا ترکی کے سابق سلطان عبدالعزیز کے پوتے ہیں اور حج کی غرض سے آئے تھے۔ ترکی سے جلاوطن ہونے کے بعد فرانس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ انہوں نے بڑی حسرت سے اپنی بے بسی اور بے مصرف زندگی پر اظہار افسوس کیا تو بہادر خاں نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ وہ مایوس کن حالات میں اپنے اجداد کی طرح عزم و ہمت سے کام لیں اور مسلمانوں کے اتحاد و ترقی کے لیے کوشش کریں۔ جمال پاشا غازی انور پاشا کے ماتحت ترکی کی افواج کے جنرل تھے اور جب بہادر خاں ان سے ملے تو وہ ابن سعود کی افواج کے کماندار تھے۔ چونکہ وہ انگریزی بھی جانتے تھے اس لیے بہادر خاں نے بہت دیر تک ان سے تبادلۂ خیال کیا اور انور پاشا کے حالات دریافت کرتے رہے۔

شاہ امان اللہ خاں سے ملاقات

شاہ امان اللہ خاں بھی فریضۂ حج ادا کرنے آئے تھے اور بہادر خاں سے بڑے اخلاق و احترام سے پیش آئے۔ بہادر خاں نے اس امان اللہ خاں میں جس کی تصویر شاہ افغانستان کی حیثیت میں انہوں نے کبھی دیکھی تھی اور اس غریب الوطن، بے یار و مددگار امان اللہ خاں میں زمین آسمان کا فرق پایا۔ اب امان اللہ خاں کا افغانی تنومند جسم سوکھ کر آدھا رہ گیا تھا۔ ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ چہرہ سے شاہی رعب و داب غائب تھا اور حرکات و سکنات میں عجز و مسکنت تھی۔ بہادر خاں نے امان اللہ خاں سے اپنا تعارف کراتے ہوئے فارسی میں کہا کہ میں اپنے آپ کو افغان کہتے ہوئے اس لیے شرم محسوس کرتا ہوں کہ اس قوم نے اپنے ایک نجات دہندہ، مصلح، محسن اور ترقی پسند

حکمراں کو تکلیف دی۔ جلا وطن کیا اور خود اپنے ملک کو اتنا زبردست نقصان پہنچایا جس کی تلافی ناممکن ہے۔ امیر نے جواب دیا کہ میری قوم کو میری اصلاحی تجاویز کے متعلق غلط فہمی ہوئی۔ لیکن میں اپنے افغانی ہونے پر شرمندہ نہیں ہوں اور یہ سلوک میرے لیے نیا نہیں کیونکہ انہوں نے نہ صرف میرے ساتھ بلکہ میرے والد اور دادا کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کیا تھا۔

افغانستان میں بغاوت کے اسباب پر گفتگو کرتے ہوئے بہادر خاں نے جب پوچھا کہ کیا آپ کو یقین ہے کہ جو کچھ ہوا وہ محض پروپیگنڈا کا نتیجہ تھا تو امان اللہ خاں نے جواب دیا کہ یقیناً۔ میری ہر تجویز کو لامذہبیت کا رنگ دے کر پروپیگنڈا کیا گیا۔ اور مجھ پر احکام اسلام سے روگردانی کا الزام رکھا گیا۔ حالانکہ خدا کے فضل سے میں اب بھی راسخ العقیدہ مسلمان ہوں اور انشاء اللہ مرتے دم تک رہوں گا۔ میں نے ملک کے انتظامی معاملات نااہل قاضیوں سے چھین کر سرکاری محکموں کو تفویض کیے۔ لڑکیوں کی تعلیم کا بندوبست کیا اور اپنی قوم کو مہذب و متمدن اقوام کے دوش بدوش کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تمام اصلاحات کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا۔ پارچہ بافی اور دوسری صنعتوں کے لیے جو مشینیں منگوائی گئیں ان کے متعلق یہ مشہور کیا گیا کہ ان مشینوں میں مُردوں کو جلایا جائے گا۔

اس زمانہ میں یہ خبریں شائع ہو رہی تھیں کہ امان اللہ خاں اپنے ملک کو واپس جانا چاہتے ہیں۔ بہادر خاں نے جب اس کے متعلق دریافت کیا تو امیر نے کہا کہ ان کا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ اگرچہ ان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ اب ان کی قوم یہ محسوس کرنے لگی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے ملک کے خیر خواہ رہے اور تمام اصلاحی تجاویز نیک نیتی پر مبنی تھیں۔ اس کے بعد بہادر خاں نے دریافت کیا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ نادر خاں نے آپ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ آپ کے لیے تخت حاصل کریں گے اور فی الحال انہوں نے محض قوم کے اصرار پر حکمرانی کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اس کے جواب میں امیر امان اللہ خاں نے کہا کہ ہاں نادر خاں نے مجھ سے حلفی وعدہ کیا تھا اور اگر وہ اس کی پابندی کرنا چاہتے تو قوم کو مجھے واپس بلانے پر آمادہ کر سکتے تھے۔

ملکہ ثریا اور امیر کے آئندہ پروگرام کے متعلق بہادر خاں کے استفسار پر امیر نے کہا کہ وہ اس سال حج کے لیے نہ آسکیں۔ لیکن توقع ہے آئندہ سال ضرور آئیں گی۔ ہم نے اٹلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے اور میں وہیں واپس جاؤں گا۔ میں نے ہر سال حج کا قصد کیا ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کا اہم ترین مذہبی اجتماع ہے جس کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ مختلف اقطاع عالم کے مسلمان ایک دوسرے سے واقف ہوں۔ یہاں کئی لوگوں سے ملاقات ہوئی جن سے واقفیت باعث مسرت ہے۔ اور اگر حج کی وجہ سے یہ اجتماع نہ ہوتا تو ایسے ممتاز افراد سے ملاقات کا کوئی امکان نہ تھا۔ اس کے بعد بہت دیر تک امیر نے حیدرآباد کے حالات اور ہندی مسلمانوں کے متعلق گفتگو کی۔ اور اتحاد اسلامی اور مسلمانوں کی معاشرتی اور اقتصادی اصلاح کے لیے بہادر خاں کی تجاویز سے اتفاق کیا۔

جاوی حجاج

منا اور مکہ میں بہادر خاں نے ہندوستان کے علاوہ انڈونیشیا، مصر، شام، ایران اور دوسرے کئی ممالک کے مسلمانوں سے جو حج کے لیے آئے تھے ملاقات کی اور ان ملکوں کے حالات معلوم کیئے۔ اس سال صرف انتالیس ہزار حجاج آئے تھے جن میں اکثریت اہل جاوا کی تھی۔ اور ان میں زیادہ تر نوجوان تھے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ جاوی عموماً اس وقت تک شادی نہیں کرتے جب تک فریضۂ حج ادا نہ ہوجائے۔ ہر شخص حج کرنے کے بعد اپنے مطوف سے باقاعدہ سند حاصل کرتا تھا جس میں جاوی نام کے علاوہ اس کا عربی نام بھی درج کیا جاتا تھا۔ جاوا سے آنے والے حاجی کافی خوشحال تھے اور ان میں کوئی شخص دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا نظر نہیں آیا۔ لیکن ان کے برعکس ہندوستان کے حاجیوں میں ضعیف العمر افراد کی اکثریت تھی اور ان میں بیشتر لوگ غیر مستطیع ہونے کی وجہ سے عین زمانۂ حج میں دوسروں سے امداد طلب کرتے تھے۔

خانۂ کعبہ میں داخلہ

بہادر خاں بارہ تاریخ کو بعد زوال رمی جمار سے فارغ ہوئے اور منا سے مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔ وہاں دو روز تک ملاقاتوں، زیارتوں اور مدینہ منورہ جانے کے لیے موٹروں اور دوسری ضروریات کے انتظام میں مصروف رہے حاجیوں کے لیے ۱۵ ذی الحجہ کو خانۂ کعبہ میں داخلہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ خانۂ کعبہ کا کلید بردار فی کس تین روپے لے کر داخلے کی اجازت دیتا تھا۔ لیکن بہادر خاں نے اس طریقہ کو ناپسند کیا۔ آخر یہ طے ہوا کہ باہر نکلنے کے بعد وہ جو مناسب سمجھیں گے انعام دیں گے۔ ایک چھوٹی سی سیڑھی کے ذریعہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ خانۂ کعبہ جیسا کہ باہر سے نظر آتا ہے ایک مربع عمارت ہے جو چار دیواروں اور تین چھوٹے چھوٹے ستونوں پر قائم ہے۔ نیچے سنگ مرمر کا فرش ہے اور دیواروں پر مختلف رنگ اور نقش کے سنگ مرمر جڑے ہوئے ہیں۔ دیواروں کا بڑا حصہ ایک سرخ ریشمی پردے سے چھپا ہوا ہے جس پر اسمار الٰہی بافت کئے گئے ہیں۔ چھت پر بھی ریشمی کپڑا چڑھا ہوا ہے۔ تینوں ستونوں کے درمیان لکڑی لگا کر ان پر سونے، چاندی اور لوہے کی قدیم وضع کی قندیلیں آویزاں کی گئی تھیں جو زمانۂ قدیم کے بادشاہوں نے نذر گذرانی تھیں۔

مدرسۂ صولتیہ کا معائنہ

اسی روز شام کو بہادر خاں نے مکہ کے ایک مشہور دینی ادارہ مدرسۂ صولتیہ کا معائنہ کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ دہلی کے رہنے والے تھے اور ۱۸۵۷ء کی تحریک کے بعد مکہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ ان کو یہ خیال ہوا کہ مکہ میں جو عالم اسلامی کا دینی مرکز ہے دینیات کی ایک درس گاہ قائم کی جائے۔ چنانچہ وہ اس کے لیے کوشش کرنے لگے اور ہندوستان کی ایک متمول خاتون صولت النسار بیگم نے اس ادارہ کے قیام کی ذمہ داری قبول کرلی۔ مدرسہ کی قدیم عمارت انہی کے

سرمایہ سے تعمیر ہوئی اور اس میں رفتہ رفتہ توسیع ہوتی رہی۔ اس کے بعد صرف ہندوستانی صاحبانِ خیر کے سرمایہ سے ایک مسجد، ایک دارالاقامہ اور مدرسہ کی نئی سہ منزلہ عمارت تیار ہوئی۔ حیدرآباد اور بھوپال کی حکومتوں نے اس کے لیے ماہانہ امداد مقرر کر دی تھی۔ مولانا رحمت اللہ کی یہ وصیت تھی کہ اس مدرسہ کے لیے حکومتِ حجاز سے کوئی امداد نہ لی جائے اور ادارہ کے منتظمین نے ہمیشہ اس کا خیال رکھا۔

سلطان ابن سعود سے ملاقات

۱۶ ذی حجہ کو بہادر خاں نے سلطان ابن سعود اور امیر فیصل سے ملاقات کی۔ عربی وقت کے مطابق تین بجے کے قریب سرکاری موٹر میں بہادر خاں سلطان کی جدید قیام گاہ پر پہنچے جو منا کے راستے میں تعمیر کی گئی ہے۔ ایک وسیع کمرے میں، جہاں دیواروں سے مشرقی وضع کے کوچ لگے ہوئے تھے اور عمدہ قالین کا فرش تھا، بہادر خاں کو بٹھایا گیا۔ اس وقت سلطان بدوی قبائل کے شیوخ سے ملاقات میں مصروف تھے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ اور دس دس بارہ بارہ ہزار آدمیوں پر حکومت کرتا تھا۔ لیکن ان شیوخ کی ظاہری وضع قطع کچھ ایسی تھی کہ کوئی ان سے مصافحہ کرنا بھی گوارہ نہ کر سکتا تھا۔ جسم اور لباس صفائی سے بے نیاز، برہنہ پا اور گرد و غبار میں اٹے ہوئے۔ لیکن سلطان ان کی پوری پوری تواضع کرنے پر مجبور تھے ورنہ وہ بغاوت کر دیتے۔ جب سلطان ان کی ملاقات سے فارغ ہوئے تو پرائیویٹ سکریٹری بہادر خاں کو سلطان کے کمرے میں لے گئے جو نسبتاً زیادہ آراستہ تھا۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی سلطان نے سرو قد استادہ ہو کر سلام کا جواب دیا اور اپنے قریب بٹھایا۔ سلطان ابن سعود طویل القامت، چوڑے چکلے اور وہرے بدن کے انسان تھے۔ چہرہ پر رعب اور آنکھوں سے آثار تفکر ظاہر تھے۔ بہادر خاں نے ان سے مختلف مسائل پر گفتگو کی اور ان کی اصابت رائے کے قائل ہو گئے۔ اتحادِ اسلامی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے سلطان نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جب تک مسلمان اختلافِ عقائد کو دور نہ کر دیں گے وہ ایک نہ ہو سکیں گے۔ بہادر خاں نے کہا کہ عقائد کا اختلاف دور کرنا محال ہے۔ اس لیے اتحاد کی بہترین صورت فی الحال یہی ہے کہ ان اختلافات کے باوجود مابہ الاشتراک امور کی حد تک مسلمان متحد ہو جائیں اور اختلافی امور میں الجھنے سے احتراز کریں۔ ہر شخص کو اپنے عقائد کے مطابق عمل کرنے کی آزادی حاصل رہے۔ لیکن وہ ملی اتحاد اور ملی مفاد کو بہر صورت ملحوظ رکھے۔ سلطان نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔ سیاسیاتِ ہند پر گفتگو کرتے ہوئے سلطان نے کہا کہ مسلمانانِ ہند کو ہندوؤں سے شدید خطرات لاحق ہیں اور اگر ہندو راج قائم ہو گیا تو وہ ہندوستان سے مسلمانوں کو فنا کر دینے کی پوری کوشش کریں گے۔ مسلمانوں کی کمزور حالت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ وہ انگریزی حکومت کے خاتمہ سے پہلے ہی اپنی سیاسی تنظیم کر کے قوت و استحکام حاصل کر لیں تاکہ مخالفین کی طاقت اور تنظیم ان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ رخصت ہوتے وقت سلطان نے بہادر خاں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا کہ میں آپ کے خیالات سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ اور اگر آپ سے ملنے کا پھر موقع ملے تو مجھے انتہائی مسرت ہوگی۔

امیر فیصل

سلطان ابن سعود سے رخصت ہوکر بہادر خاں سلطان کے فرزند اور نائب السلطنت شہزادہ فیصل سے ملنے گئے جو شریف حسین سابق شریف مکہ کے مکان میں مقیم تھے۔ فیصل ایک بڑے کمرہ میں حمزہ شامی وزیر خارجہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا دربار سلطان کی بہ نسبت زیادہ شاندار تھا۔ تقریباً ایک سو مسلح فوجی عہدہ دار دونوں جانب فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بہادر خاں کے داخل ہوتے ہی شہزادہ اور ان کے ساتھ فوجی عہدہ دار کھڑے ہوگئے۔ یہ بہت ہی بارعب منظر تھا۔ فیصل اس وقت ایک نازک اندام نوجوان تھے۔ بدورانِ گفتگو بہادر خاں نے کہا کہ اہل حجاز کی تعلیم کی جانب زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ملک زراعتی نہیں ہے اور غلّہ کی پیداوار نہایت ناکافی ہوتی ہے۔ تجارت بھی یک رخی یعنی درآمد ہی درآمد ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ زراعت اور تجارت کی ترقی و اصلاح کی کوشش کی جائے۔ صنعت و حرفت کو فروغ دیا جائے۔ اور کارخانے قائم کئے جائیں۔ ورنہ ملک کے افلاس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ بہادر خاں نے چند صنعتوں کے قیام اور سعودی سکے کی اصلاح و ترویج کے متعلق بھی کچھ تجاویز پیش کیں جن کو نائب السلطنت نے بہت پسند کیا۔

جنّت المعلیٰ کی زیارت

۱۷ ذی حجہ کو بہادر خاں جنت المعلیٰ کی زیارت کے لیے گئے۔ یہ وہ مشہور قبرستان ہے جس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اور حضرت آمنہ رضی کے علاوہ حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ رضی وغیرہ اجداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور متعدد جلیل القدر صحابہ مدفون ہیں۔ نجدیوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد انسداد بدعت کے طوفان نے سب سے زیادہ اسی قبرستان کو متاثر کیا۔ قبریں مسمار کی گئیں قبے گرادیئے گئے۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت آمنہؓ کے مزاروں کو محصور کردیا گیا تاکہ کوئی زیارت نہ کرسکے۔ قبوں اور مزاروں کے بجائے ہر طرف پتھر اور گارے کے ڈھیر نظر آنے لگے چند قبروں کے صرف نشان باقی رہ گئے۔ ایک بوڑھے فقیر نے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ، حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکرؓ کے مزاروں کی نشاندہی کی اور بہادر خاں نے ان قبروں پر بھی فاتحہ پڑھا۔

جنت المعلیٰ سے واپس آتے ہوئے راستے میں مولد رسول اللہ دیکھا جس پر کبھی قبہ بنا ہوا تھا۔ لوگ یہاں نفل نمازیں پڑھتے تھے اور مجالس میلاد منعقد ہوتی تھیں۔ لیکن اب صرف میدان باقی رہ گیا ہے۔ عمارت کا نام و نشان تک نہیں۔ بہادر خاں کو یہ دیکھ کر بڑا رنج ہوا کہ اس مقدس جگہ پر ہر طرف غلاظت پھیلی پڑی تھی۔ اس کے بعد بہادر خاں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر کی بھی زیارت کی۔ نجدیوں نے اس کو بھی منہدم کردیا ہے اور صرف کھنڈر باقی رہ گئے ہیں۔

مدینہ کو روانگی

اسی روز عصر کی نماز سے قبل بہادر خاں نے طواف وداع کیا اور بعد نماز مغرب مدینہ منورہ کے سفر پر روانہ

ہوئے۔ جدہ تک سفر ایک چھوٹی موٹر میں طے کیا۔ چاندنی رات، کھلے میدان اور صاف ہوا میں یہ سفر بڑا ہی پُرلطف تھا۔ جدہ سے قریب ایک قہوہ خانے میں رات بسر کی اور صبح سویرے جدہ میں بہادر خاں کو ایک اچھی موٹر کار کرایہ پر لی گئی۔ اور عصر کے وقت حیدرآبادی حاجیوں کا قافلہ جدہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ موٹریں سمندر کے کنارے کنارے نہایت صاف اور مسطح میدان میں پوری رفتار سے دوڑنے لگیں۔ دربار رسالت میں حاضری کے دل خوش کن تصور سے دل مسرت سے معمور ہو گئے اور مدینہ کے یہ مسافر اپنی خوش بختی پر ناز کرنے لگے۔

درمیانی منزلیں

عربی وقت کے مطابق تین بجے رات کو ذہبان پہنچے۔ مدینہ کے راستے میں ہر بیس پچیس میل کے فاصلے پر کھجور کے پتے اور گھاس کے چھپر ڈال کر بڑے بڑے وسیع قہوہ خانے قائم کئے گئے ہیں۔ جہاں حجاج اور زائرین مدینہ سفر کی تکان دور کرتے ہیں۔ ان میں جو مقامات سمندر سے قریب ہیں وہاں تلی ہوئی مچھلی اور زندہ اور تلے ہوئے فاختے مل جاتے ہیں۔ چائے اور قہوہ کا بھی انتظام ہوتا ہے اور بان سے بنی ہوئی کرسی نما چارپائیاں بھی کرایہ پر ملتی ہیں۔ ذہبان سے روانہ ہوئے تو راستے میں نشیب و فراز اور ریگ کا سلسلہ شروع ہوا۔ رات کو طوّل نامی ایک مقام پر پہنچے اور یہیں رات بسر کی۔ طوّل سے نکل کر نہایت خراب راستے سے دوچار ہوئے۔ دوپہر کو رابغ پہنچے جو ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے اور جہاں کبھی کبھی چھوٹی تجارتی کشتیاں آجاتی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد شدید دھوپ میں آگے روانہ ہوئے۔ اور رات کو بیر ابن حسان پہنچے۔ راستہ بہت خراب اور تکلیف دہ تھا۔ کئی مرتبہ موٹر ریت میں پھنسی اور بمشکل تمام نکالی گئی۔ دوسرے روز بیر ابن حسان سے مسجد روانہ ہوئے۔ یہ تمام راستہ مدینہ تک پہاڑی ہے۔ بڑی بڑی پہاڑیوں کا پیچ در پیچ سلسلہ جن کے درمیان وادیاں اور میدان ہیں، مدینہ منورہ تک چلا گیا ہے۔ بعض مقامات پر تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ چاروں طرف پہاڑ ہیں اور موٹر کے لیے آگے کوئی راستہ نہیں۔ لیکن کسی چھوٹی سی گھاٹی سے اترنے یا کسی پہاڑ کا چکر کاٹنے کے بعد میلوں وسیع میدان نظر آتا ہے جس میں کہیں ببول کے درخت اور کہیں جھاڑیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ان پہاڑوں میں عربوں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد ہیں۔ پہاڑ کے دامن میں کہیں کہیں چھوٹے پتھروں کو جمع کر کے دیوار سی بنا لی گئی ہے۔ جس سے بہتا ہوا پانی روک لیا جاتا ہے اور باجرہ اور جوار کی کاشت ہوتی ہے۔

مدینہ کے راستے میں پیدل سفر کرنے والے عاشقانِ رسولؐ نے بہادر خاں کو بہت متاثر کیا۔ ان میں زیادہ تعداد افغانوں کی تھی۔ مختصر سا بستر کمر سے لٹکا ہوا، کاندھے پر پانی کی مشک، ہاتھ میں بھاری بھرکم عصا، عرب کی تپتی ہوئی ریگ پر نہایت اطمینان سے سفر کر رہے تھے۔ اور موسم کی خرابی، تنگدستی، اور دور دراز سفر کی مشکلات ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہ رکھتی تھیں۔

عربوں کا افلاس

اس سفر میں بہادر خاں نے عربوں کی فلاکت و افلاس کے بعض عجیب و غریب مناظر دیکھے۔ ہر جگہ موٹر رکتے ہی بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں سب ہر طرف سے گھیر لیتے" یا سید الحاج" اور "حج مقبول زیارت مقبول" کی صدائیں آتیں۔ چھوٹے بچے "مسکین۔ مسکین" کہہ کر چیختے اور لڑکیاں ناچ ناچ کر گاتیں" فاطمہ یا فاطمہ۔ فاطمہ بنت النبی"۔ بیر ابن حسان میں کھانے کے بعد دستر خوان جھاڑا گیا تو بدوی لڑکیاں زمین پر سے چاول کے دانے چن چن کر کھانے لگیں۔ اس منظر سے بہادر خاں اس قدر متاثر ہوئے کہ پورا ناشتہ ان لوگوں میں تقسیم کروا دیا۔ دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں بھی نیم برہنہ بچے اور سیاہ برقعوں میں لپٹی ہوئی بدوی عورتیں بھیک مانگنے کے لیے جمع ہو جاتیں۔ مدینہ میں اور خود حرم شریف میں بھی خیرات مانگنے والوں کی کمی نہ تھی۔ بہادر خاں نے ارباب اقتدار کو فلاکت زدہ عوام کی قابلِ رحم حالت پر متوجہ کیا اور کہا کہ یہ افلاس ملک و ملت کے لیے بہت مضر ثابت ہو گا۔ اگر حرمین شریفین میں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع نہ ہوتا تو عیسائی مبلغ مسلمانوں کے افلاس سے فائدہ اٹھا کر اپنے اثرات جما لیتے اور مسلمانوں پر بہت برا اثر پڑتا۔ اگرچہ مشنریوں کے خطرہ سے یہ سرزمین محفوظ ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ افلاس سے پیدا ہونے والی دوسری خرابیوں سے بھی یہ ملک محفوظ رہے گا۔

مدینہ میں ورود

مسجد سے روانہ ہونے کے بعد موٹر ایک پہاڑی پر چڑھی تو مسجد نبوی کے سفید سفید بلند مینار اور ان کے درمیان سبز نورانی گنبد نظر آنے لگا۔ بہادر خاں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ اور زبان پر السلام علیک یا رسول اللہ کا ورد شروع ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد سرسبز نخلستانوں کا سلسلہ شروع ہوا اور مدینہ کے قریب پہنچے تو بیرونِ شہر ان عمارتوں کے کھنڈر نظر آئے جو گذشتہ ربع صدی کے انقلابات کی یاد تازہ کر دیتے تھے۔ ترکوں کے عہدِ حکومت کی عالیشان مگر مسمار شدہ عمارتوں، حجاز ریلوے کے ویران اسٹیشن، ٹوٹے ہوئے ڈبوں اور اکھڑی ہوئی پٹڑیوں کو دیکھ کر شریف حسین کی کارستانیاں نظر آنے لگیں۔ مدینہ منورہ پہنچتے ہی بہادر خاں نے بارگاہِ سرورِ کونین پر سلام عرض کیا اور خدا کا شکر بجا لائے کہ "ایک بھٹکے ہوئے غلام کو اپنے آقا کے آستانے پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی"۔

صحابہ کرامؓ کی مسجدیں

مدینہ طیبہ میں بہادر خاں کے وقت کا بڑا حصہ مسجد نبوی میں گذرتا تھا۔ اور باقی ماندہ وقت دوسرے مقدس مقامات کی زیارت اور ملاقاتوں میں صرف ہوتا۔ مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ میں کئی اور مسجدیں بھی غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں۔ ۱۲ ذی حجہ کو عصر کے بعد بہادر خاں مدینہ طیبہ کی گلیوں میں چہل قدمی کے لیے نکلے۔ پہلے انہوں نے

مسجد عمامہ دیکھی جو مسجد نبوی کے مغربی جانب تقریباً چار فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بعد ہجرت حضورؐ نے نماز پڑھی تھی اور ابر نے آپؐ پر سایہ کیا تھا۔ یہ جگہ محفوظ تھی اور لوگ یہاں پر نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ سلطان عبدالمجید نے وہاں ایک عالیشان مسجد بنا دی۔ اہل مدینہ عید کی نماز اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں۔ مسجد عمامہ سے قریب ہی مساجد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ واقع ہیں۔ ان مساجد کے متعلق بہادر خاں کا یہ خیال تھا کہ مسجد نبوی کی موجودگی میں ان صحابۂ کرامؓ نے الگ الگ مسجدیں نہ بنوائی ہوں گی بلکہ یہ ان حضرات کے مکان ہوں گے جو عرصہ تک خالی اور محفوظ تھے، اور سلطان عبدالمجید نے ان مکانوں کو مسجدوں کی شکل دے دی۔ سلطان عبدالمجید بہت خوش عقیدہ تھے۔ اور انہوں نے مدینۂ طیبہ میں اپنی کئی تعمیری یادگاریں چھوڑیں۔ چنانچہ مذکورۂ بالا مساجد کے علاوہ خود حرم نبویؐ کی تعمیر و اضافہ اور باب مجیدی بھی ان کی یادگار ہیں۔

جنّت البقیع کی زیارت

۲۲ ذی حجہ کو صبح سویرے بارگاہِ حضرت خاتم النبیینؐ پر سلام عرض کرنے کے بعد بہادر خاں جنت البقیع کی زیارت کو گئے جو روضۂ اقدس سے تقریباً ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر جانبِ مشرق واقع ہے۔ یہ مدینہ کا سب سے مشہور قبرستان ہے جہاں ساڑھے تیرہ سو برس سے آل و اصحابِ رسولؐ، تابعین، تبع تابعین، اولیاء اللہ، اقطاب و اوتاد ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مدفون ہیں۔

بہادر خاں نے اس قبرستان میں ازواج نبیؐ، حضرت ابراہیمؑ ابن رسول اللہ، حضرت فاطمہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت امام زین العابدینؓ، حضرت امام باقرؓ، حضرت امام جعفر صادقؓ، حضرت امام مالکؒ اور دوسرے کئی بزرگانِ دین کے مزاروں پر حاضری دی۔ نجدیوں نے جنت البقیع میں بھی تمام قبے گرا دیئے، قبریں توڑ دیں، اور چھوٹے پتھر جما کر صرف چند قبروں کے نشان باقی رکھے۔ اس مشہور و معروف قبرستان پر ہل چلائے ہوئے کھیت کا گمان ہوتا تھا اور اس حسرت ناک منظر کا بہادر خاں کے دل پر بہت اثر ہوا۔ جنت البقیع میں عورتوں کے داخلے کی ممانعت کر دی گئی تھی اور پولیس کے سپاہی اس امر کی نگرانی کرتے تھے کہ زائرین نہ تو قبر کو ہاتھ لگائیں، نہ بوسہ دیں اور نہ عقیدت مندی کے ساتھ سر جھکائیں۔

نہر زرقا اور باغات کی سیر

اسی روز شام کو بہادر خاں نے مدینہ کے اطراف باغات کی سیر کی جن کا سلسلہ میلوں تک چلا گیا تھا۔ ان باغوں میں کھجور، انگور، اور انجیر کے علاوہ گلاب اور ترکاریوں کی کاشت بھی ہوتی تھی۔ مدینۂ طیبہ کو نہر زرقا سیراب کرتی ہے جس کا پانی لذت، لطافت، شیرینی اور صفائی کے لیے مشہور ہے۔ اس نہر کے انتظام کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جو عوام کے چندہ سے مفوضہ کام انجام دیتی تھی۔ اس کمیٹی نے پانی کے پمپ لگوائے تھے اور شہر کے اکثر مقامات

پر نل بھی نصب کئے تھے تاکہ اہل شہر بہ تعداد کثیر استفادہ کر سکیں۔ اس کام کی تکمیل کے لیے حیدر آباد سے بھی چندہ روانہ کیا گیا تھا۔

مزار سید نا حمزہؓ و مسجد قبلتین

بہادر خاں مسجد قبا، مزار سید نا حمزہؓ اور جبل احد کی زیارت کرنا چاہتے تھے لیکن دو روز سے بخار میں مبتلا تھے۔ شہر کے اندر موٹروں کا داخلہ ممنوع تھا اس لیے امیر مدینہ سے موٹر میں جانے کی اجازت حاصل کی گئی۔ عصر کے وقت حضرت حمزہؓ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ پہلے اس مزار پر بھی بہت بڑا قبہ تھا جو نجدیوں نے توڑ ڈالا۔ ماہ رجب میں یہاں بڑا میلا لگتا تھا اب اس کو بھی مسدود کر دیا گیا ہے۔ حضرت حمزہؓ کا مزار جبل احد کے دامن میں ہے جس کو "جبل من جبال الجنۃ" کہا گیا ہے۔ یہاں سے بہادر خاں مسجد قبلتین گئے جو ایک ٹیلے پر واقع ہے۔ یہی چھوٹی سی مسجد وہ تاریخی مقام ہے جہاں تحویل قبلہ کا حکم صادر ہوا تھا۔ ایک چھوٹی سی دیوار کے ذریعہ بیت المقدس کی سمت ظاہر کی گئی ہے جس میں محراب بھی بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد کے متعلق بہادر خاں کا یہ خیال تھا کہ مقام کی صحت تو ثابت ہے لیکن یہ علامتیں بعد کو بنائی گئی ہیں۔

مسجدِ قبا

مسجد قبلتین دیکھنے کے بعد بہادر خاں مسجد قبا کی جانب روانہ ہوئے۔ قبا وہ مقام ہے جہاں حضورؐ نے ہجرت کے بعد کچھ دن قیام فرمایا تھا۔ اور یہاں کی مسجد زمانۂ اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ قرن اول میں قبا اچھی بستی تھی جہاں صحابۂ کرامؓ کے مکانات بھی تھے۔ یہ مسجد نہایت وسیع اور طویل و عریض ہے۔ مشرقی حصے میں ایک محراب ہے جس کو "محراب طاقۃ الکشف" کہتے ہیں۔ یہاں حضورؐ پر خانۂ کعبہ کا انکشاف ہوا تھا۔ وسط مسجد میں بھی ایک محراب ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں اس مسجد کی تعظیم میں آیات نازل ہوئی تھیں۔ وسط مسجد میں ایک چو کھنڈی ہے جس کو "مبرک الناقہ" کہتے ہیں یعنی وہ جگہ جہاں رسول اللہ صلعم کی اونٹنی بیٹھ گئی تھی۔ مغربی گوشے میں ایک قبہ ہے جس کو مقام علیؓ کہتے ہیں اور اس سے قریب ہی ایک قبہ ہے جو "بیر قحطام" کے نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہی نہر زرقا کا منبع ہے جس سے سارا مدینہ سیراب ہوتا ہے۔

مولانا عبدالباقی فرنگی محلی کا مدرسہ

سر برآوردہ لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ مدینہ میں بھی جاری رہا۔ ۲۵ ذی حجہ کو نماز فجر کے بعد بہادر خاں اپنے چند علم دوست احباب کے ساتھ مولانا عبدالباقی فرنگی محلی سے ملنے گئے جو قدیم وضع کے متبحر عالم اور حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے استاذ و قرابت دار تھے۔ چالیس سال سے مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور وہاں ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو بہت مشہور ہوا۔ حیدر آباد سے اس مدرسہ کو بھی ماہانہ امداد ملتی تھی۔ جب بہادر خاں پہنچے تو مسلم شریف کا درس ہو رہا تھا۔ ترکی

کاشغر، بخارا، افغانستان اور ہندوستان تقریباً تمام اقطاعِ عالم کے طلبا جمع تھے۔ ان میں بعض فارغ التحصیل علماء تھے جو مدینۃ الرسولؐ میں حدیث پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے آئے تھے۔ درس ختم ہونے کے بعد بہادر خاں نے دیر تک مختلف موضوعات پر مولانا عبدالباقی سے گفتگو کی اور اہل مدینہ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔

امیر مدینہ سے ملاقات

اسی روز بعد مغرب امیر مدینہ سے ملاقات کے لیے گئے جو ضعیف العمر اور قدیم وضع کے تھے۔ بڑے اخلاق سے پیش آئے اور بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے۔ اس وقت ایک مصری اور ایک ہندوستانی عالم کا مقدمہ پیش تھا جن میں شدید تکرار ہوگئی تھی۔ امیر نے اختلافی مسئلہ کا نہایت معقول تصفیہ کیا۔ لیکن ہندوستانی مولوی نے جن کا تعلق اہل حدیث سے تھا نہایت غلط رویہ اختیار کیا جس سے امیر کو بھی تکلیف ہوئی اور بہادر خاں کو بھی۔ اس ملاقات کا مقصد امیر سے حرمین کی تمدنی و معاشرتی حالت، گداگری کے انسداد کی مناسب تدابیر، اور مدینہ طیبہ خصوصاً جنت البقیع میں نجدیوں کے طرزِ عمل اور اس کے مذہبی و سیاسی ردِ عمل سے متعلق گفتگو کرنا تھا۔ لیکن علماء کے قضیہ نے ایسی بدمزگی پیدا کر دی تھی کہ یہ گفتگو مناسب نہ معلوم ہوئی اور بہادر خاں تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتیں کر کے واپس آگئے۔ دو تین روز کے بعد دوسری ملاقات میں بعض اصلاحی و دینی مسائل پر گفتگو شروع ہوئی۔ اس موقعے پر شیخ الواعظین، قاضی القضاۃ اور ایک نجدی عالم بھی موجود تھے۔ لیکن اس مجلس کا رنگ بھی کچھ ایسا تھا کہ یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔

مدینہ طیبہ سے واپسی

۱۸ رذی حجہ کو بعد نمازِ عصر بہادر خاں نے بارگاہِ رسالت میں سلامِ وداع عرض کیا اور مغرب سے قبل مدینہ طیبہ سے جدہ روانہ ہوئے۔ رات مسجد میں بسر کی۔ جب مستورہ پہنچے تو ریت کے زبردست طوفان سے سابقہ پڑا۔ تند و تیز ہوا ریت اڑا رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے ٹیلے صاف ہو کر میدان بن گئے تھے اور جہاں ریت جمع ہو جاتی وہاں نئے ٹیلے بن جاتے تھے۔ موٹروں کی رفتار تیز کر کے طوفان سے آگے نکلنے کی کوشش کی لیکن رابغ پہنچنے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۲۰ رذی حجہ کو جدہ پہنچے۔ بہادر خاں کے رفقائے سفر دوسری محرم کو جدہ سے بمبئی روانہ ہوئے اور دو دن کے بعد بہادر خاں مصر جانے کے لیے تلاقی نامی جہاز میں جدہ سے بیروت روانہ ہوگئے۔